- کمرشل ایریا میں صرف اوپر فلیٹ پر مسجد بنانا
- مسجد کے تہہ خانہ میں کار پارکنگ وغیرہ بنانا
- شرعی مسجد کی تعریف
- فنائے مسجد کا مطلب
- مسجد کے صحن میں گزر گاہ سے اتصال صف
- گرمیوں کے موسم میں معتکف کا مسجد سے الگ صحن میں سونا
- مہاجر کیمپ میں مسجد کی تعمیر
- مہاجر کیمپ میں مدرسہ کے لیے زمیں وقف کرنا
- کثرت جماعت کی وجہ سے اول وقت پر استحباب کا فتوی

## بسم اللہ الرحمن الرحیم

**کیافرماتے ہیں مفتیان کرام مندرجہ ذیل کے بارے میں :**

1 بڑے شہروں میں گنجان آبادی ' یا مہنگی زمینوں کی وجہ سے لوگ مارکیٹ ' یا پلازہ کی بالائی حصہ پر مسجدیں بناتے ہیں ' عام طور نیچے دکانیں فروخت کی جاتی ہیں اور یا کرایہ پر دی جاتی ہیں ' اب پوچھنا یہ ہے :

کیا یہ شرعی مسجدیں ہیں 'ان میں وقف کا اعتبار ہے اور یا یہ جائے نماز کے حکم میں ہیں ؟

بالائی حصہ پر مسجد ہو ' یا زیریں حصہ پر مسجد ہو 'اوپر دکانیں ہوں ۔ دونوں کے حکم میں کوئی فرق ہے ؟ اور یہاں اعتکاف کا کیا حکم ہے ؟ کیا جائے نماز میں داخل ہونے ' یا نکلنے کی دعا بھی شرعی مسجد کی طرح مسنون ہے 'اور وہاں اعتکاف کی نیت سے بیٹھنے پر مسنون اعتکاف کا ثواب ملتا ہے ؟

2 سرکاری زمین ( مہاجر کیمپ ) پر مبنی مسجد کا کیا حکم ہے ؟اور اس پر تعمیر شدہ مدرسہ کی خرید وفروخت کا کیا حکم ہے ؟

نیز مسجد کے صحن سے کچھ فاصلے پر مسجد ہی کے احاطہ میں زمین ہے 'البتہ درمیان میں آر پار چھوٹی سی گزرگاہ ہے 'کیا یہاں صفیں کھڑی کی جاسکتی ہیں ' یا معتکف وہاں جاسکتا ہے اور اگر یہ زمین وقف کی نہ ہو 'تو اتصال صف پر کوئی اثر تو نہیں پڑے گا ؟

3 بعض جگہوں میں کثرت جماعت کی وجہ سے گرمیوں اور سردیوں دونوں میں ظہر کی نماز اول وقت میں آدا کی جاتی ہے اور یا رمضان المبارک میں فجر کی نماز لوگوں کی کثرت کی وجہ سے اول وقت میں آدا کی جاتی ہے۔اب پوچھنا یہ ہے :

کہ احناف کے ہاں صبح کی نماز میں اسفار ' یا گرمیوں میں ظہر کی نماز میں تاخیر مستحب ہے 'کیا کثرت جماعت کی وجہ سے اول وقت میں احناف کے ہاں استحباب کا فتوی دیا جاسکتا ہے ؟

## الجواب حامدو مصلیا

دنیامیں مختلف ادیان ہیں ہر ایک میں کچھ چیزیں مقدس سمجھی جاتی ہیں ' یہ الگ بات ہے 'کہ دین اسلام عین فطرت ہے اس میں اعتدال ہے 'یہ ایک کائناتی اور عالمگیر دین ہے 'یہاں ہر ایک کا حق محفوظ ہے انسان ہو 'حیوان ہو 'چرند ہو اور یا پرند۔۔۔۔۔۔دین ومذہب سے انسان کا رشتہ خونی ہے 'اس میں کوئی شک نہیں کہ انسان کی خمیر میں مٹی ہے 'سیدنا حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی تخلیق مختلف قسم کی مٹی ( سرخ 'سفید اور سیاہ ) سے ہوئی ہے 'جو مختلف طبیعتوں 'مزاجوں اور رنگ ونسل کی غمازی کرتا ہے۔

انسان کی ترکیب روح اور مادہ سے ہے' دونوں کی ضرورتیں جدا جدا ہیں' ہر ایک کے تقاضے پورے کرنا فطرت ہے' روح کا تعلق عالم بالا سے ہے' اس کی غذا میں کثرت عبادت ' تعلق مع اللہ 'قرب ایزدی اور خوف الٰہی وغیرہ شامل ہیں اسی قوت سے انسان فرشتہ صفت بنتا ہے۔جب کہ مادہ کا تعلق عالم عنصریات سے ہے' عناصر اربعہ (آگ' مٹی' ہوا' پانی) سے قدرت لم یزل کی طرف سے غذا فراہم ہوتی ہے۔بظاہر یہی لگتا ہے کہ ان دونوں اجزا میں کوئی جوڑ نہیں ہے جیسا کہ کہا گیا ہے :

چہ نسبت عالم خاک را با عالم پاک

قانون یہ ہے کہ بے جوڑ مرکب ہونے والی چیزوں میں ایک واسطہ کی ضرورت ہے ورنہ دونوں جز دھرے کے دھرے رہ جائیں گے ' یہاں روح اور مادہ میں دین اسلام کا ربط اور واسطہ کارفرما ہے۔رب لم یزل کا فرمان ہے :

(ان الدین عنداللہ الاسلام ----)

بیشک دین اللہ کے ہاں اسلام ہی ہے۔

اسی اسلام کے رشتہ سے ماں باپ کا احترام 'بڑوں کی عزت چھوٹوں پر شفقت 'ہمسایہ کے حقوق' باہمی رہن سہن کے اصول برقرار ہیں 'راہبر رشد وہدایت غم خوار امت 'سرور کونین ﷺ کے وہ فرمودات روز روشن کی طرح عیاں ہیں 'کبھی آقائے دوعالم ﷺ فرماتے ہیں : وہ ایماندار نہیں جو امانت کا پاس نہ رکھے 'کبھی فرماتے ہیں : جو چھوٹوں پر شفقت نہ کرے 'بڑوں پر رحم نہ کرے اور نیکی کا حکم اور برائی سے منع نہ کرے ' وہ ہم میں سے نہیں ہے۔جی ہاں !-----کبھی یوں اعلان فرماتے ہیں : رشتہ جوڑنے والا وہ نہیں ہے جو اچھائی کرنے والے کے ساتھ اچھائی اور احسان کرے بلکہ ناتہ جوڑنے والا وہ جس کے ساتھ قطع رحمی کی جائے وہ صلہ رحمی کرے۔(مفہوم) جہاں یہ رشتہ اور ناتہ نہ ہو' وہاں ماں باپ عمر رسیدہ ہسپتالوں( Old age center ) میں داخل کیے جاتے ہیں' وہاں ہوس اور خواہشات پر مبنی مگر غیر پر سکون زندگی گزاری جاتی ہے۔اسی رشتہ کو مضبوط سے مضبوط تر بنانے کے لیے رب لم یزل نے انبیا علیھم السلام کی بعثت فرمائی 'آسمانی کتابیں' شرعی مقدسات سے اس کو آھنی دیوار کا سہارا دیا۔

تخلیق انسانیت کا مقصد رب کریم کی وحدانیت 'عبادت اور اطاعت کو تسلیم کرنا ہے' خود قرآن کریم بزبان حال گویا ہے' کہ انسان عبادت اور معرفت کے لیے پیدا کیا گیا ہے' اسی مقصد کے فروغ میں مسجدوں' مدرسوں اور خانقاہوں وغیرہ کا کلیدی کردار ہیں' علمی مجلسیں اور یاد کر کی محفلیں اسی بات کا شاہ خسانہ ہیں' یہاں مذہب کی تعلیم' دین اسلام سے مضبوطی کا رشتہ 'اسلامی

اقدار کادرس دیاجاتاہے' یہاں آخروی زندگی میں سروخروئی حاصل کرنے کے لیے دنیامیں رہنے کے اصول سکھائے جاتے ہیں۔گویا کہ مسجد (اوراب مدرسہ 'خانقاہ وغیرہ) مرکز جاودانی وکامرانی ہے۔

قصہ مختصر مذہبی ادارے انسان کے لیے ریڑھ کی ہڈی کی مانند ہیں 'ان کی بقاناگزیر ہے ورنہ زندگی ادھوری ہے۔ذیل میں مساجد کے متعلق کچھ شرعی مسائل لکھے جاتے ہیں :

مسجد چونکہ اللہ تعالیٰ ہی کی ملک ہے 'خالق کی ملک میں بندہ کا اشتراک درست نہیں ہے۔اس لیے اگر مسجد کے لیے زمین وقف ہوچکی ہو اوراسمیں مسجد کی تعمیر بھی ہو گئی ہو 'تو پھر اس کے اوپر یا نیچے دکانیں بنانا اپنی ذاتی ملک کی بنیاد پر کسی طرح درست نہیں ہے اورنہ ہی نیچے تہہ خانہ 'پارک اوریادکانیں بننے کی اجازت ہے۔اورمسجد کی مصالح کی خاطر بھی شرعاجائز نہیں ہے۔اوراگر تعمیر نہ ہوئی ہو 'تو پھر مسجد ہی کی مصلحت کے لیے نیچے دکانیں بنانا اوریااوپرامام کا کمرہ وغیرہ بنانادرست ہے 'البتہ پھر بھی بہتر یہی ہے 'کہ دکانیں 'پارک وغیرہ فنائے مسجد (مسجد کی حدوداربعہ سے باہر) کے حصہ میں تعمیر کیے جائے۔

<u>یادرہے :</u>

<u>یہ دکانیں کرایہ پر دی جاسکتی ہیں اوراس کا کرایہ مصالح مسجد میں خرچ کیاجاسکتاہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ تعمیر مسجد سے قبل یہ تاحال شرعی مسجد کے حکم میں نہیں ہے۔</u>

اوراگر وقف کی زمین نہ ہو 'بلکہ کسی کی ذاتی زمین ہو 'تو پھر مسجد چاہے اوپر ہو 'یا نیچے ہو 'عرفی مسجد ہو گی 'شرعی مسجد نہ کہلائے گی 'یعنی وہاں شرعی مسجد کے احکام لاگونہ ہوں گے۔(مثلا : وقف 'اعتکاف کے احکام وغیرہ)

لمافی ''البحرالرائق'':

''قوله ( ومن جعل مسجدا تحته سرداب أو فوقه بيت وجعل بابه إلى الطريق وعزله أو اتخذ وسط داره مسجدا وأذن للناس بالدخول فله بيعه ويورث عنه ) لأنه لم يخلص لله تعالى لبقاء حق العبد متعلقا به والسرداب بيت يتخذ تحت الأرض لغرض تبريد الماء وغيره كذا في فتح القدير.
وفي المصباح السرداب المكان الضيق يدخل فيه والجمع سراديب اه
وحاصله إن شرط كونه مسجدا أن يكون سفله وعلوه مسجدا لينقطع حق العبد عنه لقوله تعالى { وأن المساجد لله ---} بخلاف ما إذا كان السرداب أو العلو موقوفا لمصالح المسجد فإنه يجوز إذ لا ملك فيه لأحد بل هو من تتميم مصالح المسجد فهو كسرداب مسجد بيت المقدس ,هذا هو ظاهر المذهب ------ وبما ذكرناه علم أنه لو بنى بيتا على سطح المسجد لسكنى الإمام فإنه لا يضر في كونه مسجدا لأنه من المصالح ----''

**(البحرالرائق،کتاب الوقف،ج۵،ص۳۱۶ط:رشیدیہ)**

''محمد عن يعقوب عن ابي حنيفة ( رضي الله عنهم ) في رجل جعل بيته مسجدا وتحته سرداب او فوقه بيت وجعل باب المسجد إلى الطريق وعزله فله ان يبيعه وان مات ورث عنه وكذلك ان اتخذ وسط داره مسجدا وأذن للناس بالصلاة فيه ------
قوله فله ان يبيعه لانه لم يخلص لله ( تعالى ) فلا يصير مسجدا فلا يثبت احكامه ولو كان السرداب لمصالح المسجد صح كما هو في مسجد بيت المقدس ---''

**(الجامع الصغير،باب فی حکم المسجد،ج ۱،ص ۱۲۰ )**

''بيت فوقه بيت وهو متصل بالمسجد يتصل صف المسجد نصف البيت الأسفل ويصلي في البيت الأسفل في الصيف والشتاء، اختلف أهل المسجد وأرباب البيت الذي يسكنون العلو قال الأرباب: إن ذلك ميراث لنا فالقول قولهم؛ لأن العلو في أيديهم والقول قول صاحب اليد فثبت بقولهم أن العلو ملك لهم لا يصير السفل مسجدا؛ لأنه لا يتحقق الشرط وهو الخلوص ----''

**(المحيط البرهانی :ج ۱۲،ص ۶۳)**

''امالو تمت المسجدیۃ ،ثم اراد البنامنع۔''

**(الدرالمختار،کتاب الوقف)**

یادرہے :

مذکورہ بالامسئلہ جمہور فقہا کے مطابق ہےاور خاص کرصاحب بحر الرائق نے ہدایہ کی روایت کو ضعف پر حمل کیاہے'البتہ دورحاضر کی زرپرستی نے لوگوں کو مسجد سے کوسوں دور کیاہے'مہنگی زمینوں‌اور گنجان آبادی کی وجہ سے بہت سے لوگ مکمل زمین کو مسجد کے لیے وقف نہیں کرتے ہیں خاص کرکمرشل ایریامیں اورزیادہ ہوس اور جمع پونجی کی شدت ہے۔اس لیےایسی حالت میں بوقت ضرورت صاحب ہدایہ کے قول پر فتویٰ دیاجائے'توبہتر ہوگا۔

''وروی الحسن انہ قال:اذاجعل السفل مسجدا وعلی ظهره مسکن فهو مسجد؛لان المسجد ممایتابد وذلک یتحقق فی السفل دون العلو،وعن محمدؒ علی عکس هذالان المسجدمعظم ،واذاکان فوقہ مسکن اومستغل یتعذر تعظیمہ ،وعن ابی یوسفؒ انہ جوزفی الوجهین حین قدم بغداد ورای ضیق المنازل ،فکانہ اعتبر الضرورة ،وعن محمدؒ انہ حین دخل الری اجازذلک کلہ۔''

**(الهدایۃ:ج۲،ص ۶۲۵)**

فتاوی عثمانی میں بھی اسی پر فتوی دیاگیاہے۔

**(کتاب الوقف : ج۲'ص۵۱۹)**

- اورجواز کی ایک وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے'کہ تقریبااس پراکثر فتاوی کا اتفاق ہے'کہ تعمیر مسجد سے قبل مسجد کے تہہ خانہ میں پارکنگ وغیرہ اوریا مسجد کے فائدہ کی خاطر نیچے دکانیں بنانے کی گنجائش ہے۔اب جب شرعی مسجد کی حدوداربعہ متعین ہوگئیں'مگر پھر بھی دکان وغیرہ کی اجازت دی جاتی ہے'جس سے یہ نتیجہ اخذ کیاجاسکتاہے'کہ مصلحت اورضرورت کی پیش نظر حکم میں تبدیلی ہوسکتی ہے۔
- اسی طرح شدید عذر کی بناپر جب نماز پڑھنے والے باقی نہ رہیں'مسجد کو دوسری جگہ منتقل کرنا'اس کاسامان اور ملبہ لے جانے کی گنجائش ہے۔

وفی جامع الفتاوی:لهم تحويل المسجد الی مكان آخر ان يتركوه بحيث لايصلی فيه۔

**(ردالمحتار: ج۳،ص ۵۱۲)**

**ماخوذ از فتاوی عثمانی : ج۲،ص۵۱۶)**

**لہٰذا مسئولہ صورت کے مطابق :**

❖ بڑے شہروں میں گنجان آبادی ' یا مہنگی زمینوں کی وجہ سے لوگ مارکیٹ ' یا پلازہ کی بالائی حصہ پر مسجدیں بناتے ہیں ' عام طور نیچے دکانیں فروخت کی جاتی ہیں اور یا کرایہ پر دی جاتی ہیں ' اس مسئلہ میں مخیّر حضرات کو ترغیب دی جائے کہ اوپر ' نیچے مکمل حصہ مسجد کے لیے وقف کریں ' بصورت ضرورت صرف بالائی حصہ یا صرف زیریں حصہ وقف کرنا درست ہے اور یہ شرعی مسجد ہوگی ' یہاں مسنون اعتکاف درست ہے۔

**مسئلہ اتصال صف و اعتکاف :**

باجماعت نماز میں صفوں کا اتصال لازمی ہے ' امام اور مقتدی کے لیے اتحاد مکان ضروری ہے ' خواہ یہ اتحاد حقیقتاً ہو اور یا حکماً ہو۔ اگر اتحاد پایا جائے ' تو صفوں میں خالی جگہ کے باوجود بھی نماز درست ہو جائے گی ' البتہ ایسا کرنا مناسب نہیں ہے ' مکروہ ہے۔

کره كقيامه فی صف خلف صف فيه فرجة ،قلت :وبالكراهة ايضا صرح الشافعية۔

**(الفتاوی الشامية)**

اور بغیر ضرورت کے مکروہ تحریمی ہے۔

حکماً اتحاد مکان سے مراد :

مسجد صغیر ' مسجد کبیر ' صحن مسجد ' فنائے مسجد ' عید گاہ ' مصلی ۔ جب کہ جنازہ گاہ میں اختلاف ہے ' تاہم اکثر مشائخ نے اس کو مصلی ( جائے نماز ) کے حکم میں داخل کیا ہے۔

''والمسجدوان كبرلايمنع الفاصل فيه ۔ كذافی الوجيز للكردری۔''

''ولواقتدی بالامام فی اقصی المسجد والامام فی المحراب فانه يجوز۔ كذا فی شرح الطحاوی۔''

**(الفتاوی الهندية: ج۱،ص ۸۸ ط:دارالفكر)**

''ويمنع من الاقتداء۔۔(طريق تجری فيه عجلة)آلة يجرها الثور(او نهرتجری فيه السفن )ولوزرقا ولوفی المسجد(اوخلاء)ای فضاء (فی الصحراء)او فی مسجدكبير جدا كمسجد القدس (يسع صفين) فاكثر الااذا اتصلت الصفوف فيصح مطلقا ۔۔۔۔(والحائل لايمنع)الاقتداء (ان لم يشتبه حال امامه)بسماع او رؤية والمسجد وان كبرلايمنع الفاصل ۔۔۔۔''

**(الشامیۃ: ج ۱،ص ۵۸۵،ط:دارالفکر)**

اس کے علاوہ صحرا ہو' عام میدان ہو' جلسہ گاہ ہو اور یا اجتماع گاہ ہو۔ یہاں دو صفوں کی جگہ (8 فٹ) چھوڑنے سے اتصال صف نہ ہو گی اور نماز جاتی رہے گی۔

اتنے فاصلہ پر کھڑا رہنا ضروری ہے' جس میں گھوڑا گاڑی وغیرہ نہ گزر سکے' باالفاظ دیگر دو صفوں کا فاصلہ یا آٹھ فٹ فاصلہ امام اور مقتدی کے درمیان' یا درمیانی صفوں کے درمیان نماز کے لیے مانع ہے۔اس کے کم فاصلہ سے اتصال ختم نہیں ہوتا ہے' چاہے وہ حصہ فنائے مسجد ہو اور یا اس سے متصل کسی کی ذاتی زمین ہو۔

''وفناءالمسجدلیس لہ حکم المسجد،حتی لواقتدی بالامام منہ یصح ---دون حرمۃ مرورالجنب ونحوہ۔''

**(الحلبی الکبیر،فصل فی احکام المسجد:ص ۶۱۴)**

معتکف کے حکم کو واضح کرنے سے پہلے مسجد کی تعریف لازمی ہے :

**<u>شرعی مسجد :</u>** جہاں جماعت ہوتی ہوں جنبی کا وہاں رہنا یا آنا جانا مانع ہو۔ عموما اس کے تین حصے ہوتے ہیں :

اندرونی حصہ۔ باہر کا برآمدہ۔ باہر کا وہ حصہ جہاں عموما گرمیوں میں جماعت ہوتی ہے۔

**<u>کسی زمین کی مسجد بننے کے لیے تین شرطیں :</u>**

کسی جگہ کی مسجد ہونے کے لیے تین باتیں ضروری ہیں :

- واقف زمین کا حقیقی مالک ہو' اس کو وقف کرنے کا اختیار حاصل ہو۔
- اس کو اپنی ملک سے اس طرح علیحدہ کر دینا کہ کسی دوسرے شخص یا خود واقف کا کوئی حق اس سے متعلق نہ رہے۔
- وقف کر کے اس کو متولی کے حوالہ کر دیا ہو' یا واقف کی اجازت سے اس میں ایک مرتبہ بھی باجماعت نماز آدا ہو گئی ہو۔

''اذا سلم المسجد الی المتولی یقوم بمصالحه یجوز،وان لم یصل فیه وهو الصحیح۔''

**(الفتاوی العالمکیریة، کتاب الوقف، الباب الحادی عشرفیمایصیربه مسجدا: ج۲، ۴۵۵،ط:رشیدیه)**

**(کذافی کفایت المفتی : ج۱۰،ص ۳۳)**

شرعی مسجد کے مذکورہ بالا تین حصوں میں سے کسی بھی حصہ میں معتکف کا جانا درست ہے' باہر کا وہ حصہ جہاں عموما گرمیوں میں جماعت ہوتی ہے' وہاں نماز پڑھنا اور نکلنا درست ہے۔اسی طرح اگر درمیان میں گزر گاہ ہو' مگر مسجد ہی کا حصہ ہو تب بھی جا سکتا ہے۔البتہ اگر وہ شرعی مسجد کا نہ حصہ ہو' خواہ وہ وقف کی جگہ نہ ہو بلکہ کسی کی ذاتی ملک ہو' یا وقف ہو مگر مصالح مسجد میں سے ہو۔ (مثلا : پارکنگ' وضو خانہ اور غسل خانہ وغیرہ ) وہاں جانے سے اعتکاف فاسد ہو جاتا ہے۔

فتاوی عالمگیری میں امام محمدؒ سے مسئلہ پوچھا گیا ہے ‘کہ مسجد کے لیے دکان بنائی گئی ہے ‘اس کے اور مسجد کے درمیان فاصلہ بھی ہے ‘تاکہ گرمیوں میں اس کے اوپر نماز پڑھی جائے ‘کیا وہاں نماز پڑھنے پر دوگنا اجر مل جائے گا؟ انہوں نے جواب ہاں میں فرمایا۔

’’۔۔۔قال :سئلت محمدا رحمه الله عن دكان اتخذ للمسجد بينه وبين المسجد طريق وهو ناء عن المسجد;ليصلى عليه فى الحر ايضاعف للصلاة فيه الاجركمايضاعف فى المسجد؟قال: نعم ، كذافى الذخيرة۔‘‘

**(الفتاوى الهندية،الباب الخامس فى آداب المسجد۔۔۔ج۵،ص۳۲۰)**

<u>یادرہے : مسجد میں ضرورت کے بغیر دنیاوی باتیں کرنا ‘یا مسجد میں داخل ‘یا خارج ہونے کی دعا پڑھنا اور یا نماز کے انتظار کی خاطر بیٹھنے پر نفلی اعتکاف کی نیت کرنے کا مدار شرعی مسجد ہے۔</u>

**<u>صحن مسجد :</u>**

صحن مسجد کا اطلاق دو معنوں پر ہوتا ہے ‘ایک وہ حصہ جو نماز اور جماعت آدا کرنے کے لیے تیار کیا جاتا ہے جس کے اوپر چھت نہیں ہوتی ہے۔اس کا حکم یہ ہے ‘کہ یہاں مثلا : پارکنگ وضوخانہ ‘وغیرہ بنانا درست نہیں ہے۔اور معتکف کا وہاں جانا درست ہے۔دوسرا وہ حصہ جو صحن مسجد تو کہلاتا ہے ‘مگر نماز اور جماعت آدا کرنے کے لیے نہیں بنایا جاتا ہے۔اس کا حکم یہ ہے ‘کہ یہاں وضوخانہ بنانا اور جنبی کا گزرنا وغیرہ درست ہے جب کہ معتکف کا وہاں جانے سے اعتکاف فاسد ہو جاتا ہے۔

**تفصیل کے لیے : (کفایت المفتی : ج۱۰‘ص۱۱۸)**

’’وفناءالمسجدليس له حكم المسجد،حتى لواقتدى بالامام منه يصح ۔۔۔دون حرمة مرورالجنب ونحوه۔‘‘

**(الحلبى الكبير،فصل فى احكام المسجد:ص ۶۱۴)**

**(ماخوذ از کفایت المفتی : ج۱۰‘ص۱۱۸)**

’’لايجوز الاعتكاف فى مسجدزقاق غيرنافذة ؛لان طريقه مملوك لاهله الااذاكان له حائط الى طريق نافذفحينئذ يمكن التطرق اليه من حق العامة،فيخلص لله تعالىٰ ،فيصيرمسجدا۔قال رضى الله تعالىٰ عنه:والذى اختاره۔‘‘

**(البحرالرائق، كتاب الوقف :ج۵،ص ۴۱۸،ط:رشيديه)**

**<u>معتکف کا آذان کے لیے اذان خانہ جانا :</u>**

موذن کا اذان کے لیے اذان کی جگہ جانا درست ہے۔

’’وفى فتاوى قاضى خان والولوالجى :وصعود المئذنة ان كا ن بابهافى المسجدلايفسدالاعتكاف،وان كان خارج المسجدفكذلك فى ظاهرالرواية۔قال بعضهم:هذا فى المؤذن ;لان خروجه للاذان يكون

م ستثنی عن الایجاب،اما فی غیرالمؤذن فیف سد الاعتکاف۔وال صحیح ان ھذاقول الکل فی حق الکل ;لانہ خرج لاقامۃ سنۃ الصلاۃ،و سننھاتقام فی موضعھا،فلاتعتبرخارجا۔اھ‘‘

**(البحرالرائق،باب الاعتکاف:ج۲،ص ۵۲۹)**

**(فتاوی محمودیہ:ج۲۲،ص۳۹۳)**

**صورت مسئولہ کاجزدوم:**

کسی اور کی زمین میں تصرف درست نہیں ہے‘خاص کرجب مسئلہ عبادت اور نماز کا ہو۔
حکومتی زمین حکومت کی ملک ہے‘اگروہ اجازت دے تومسجد کی تعمیردرست ہے‘ورنہ اجازت لیے بغیرتعمیرسے وہ شرعی مسجد نہ ہوگی۔اسی طرح مدرسہ پر بھی وقف کے احکام لاگو نہ ہوں گے۔
فتاوی عثمانی کے ایک سوال کے جواب میں حضرت مفتی تقی عثمانی صاحب یوں رقمطراز ہے:
کہ اس شہر کی تمام زمین حکومت جواثناعشریہ ہے کی ہے‘وہ لوگوں کے ہاتھ فروخت نہیں کرتی ہے‘مگر یہ کہ کچھ لوگ کسی خاص حصہ میں چاردیواری نہ بنائیں‘اس لیے شہر کے چندآدمی متفق ہوکرچندہ جمع کرکے ایک قطعہ زمین کو عیدگاہ کے لیے خاص کرتے ہیں‘ایک آدھ بار وہاں نماز بھی پڑی گئی ہے۔۔۔۔۔سوال مذکور کے جواب میں حضرت فرماتے ہیں:
اگروہ زمین حکومت سے نہیں خریدی گئی تھی‘بلکہ صرف دیوار بنائی گئی تھی تاکہ اس کی بنیادپرحکومت سے خریدی جائے‘تو یہ زمین ابھی تک عیدگاہ کے لیے وقف نہیں ہوئی کیونکہ وقف کی صحت کے لیے واقف کامالک ہوناشرط ہے۔
قال فی’’ الشامیۃ‘‘:

’’ذکر فی البحر:ان مفاد الکلام الحاوی اشتراط کون ارض المسجدملکا للبانی۔‘‘

**(ج۳،ص ۳۷۰)**

**(فتاوی عثمانی:ج۲،ص۵۰۷)**

’’الا لاتظلمواالالایحل مال امرئ مسلم الابطیب نفس منہ ۔رواہ البیھقی فی شعب الایمان والدار قطنی فی المجتبیٰ۔‘‘

**(مشکوٰۃ:ج۱،ص ۲۵۵)**

’’ولذاقال فی’’ الخانیۃ‘‘:
ولوان سلطانا اذن لقوم ان یجعلوا ارضا من اراضی البلدۃ حوانیت موقوفۃ علی المسجد،او امرھم ان یزیدوا فی مسجدھم ،قالو: ان کانت البلدۃ فتحت عنوۃ وذلک لایضربالمارۃ والناس ینفذ امرالسلطان فیھا،وان کانت البلدۃ فتحت صلحالاینفذامرالسلطان ؛لان فی الاول تصیر ملکا للغانمین ،فجاز امرالسلطان فیھاوفی الثانی تبقی علی ملک املاکھا،فلاینفذ امرہ فیھا۔اھ‘‘

**(البحرالرائق ،کتاب الوقف:ج۵،ص ۴۱۷)**

**نکتہ:** جب حکومت بغیرفتح کی ہوئی زمین میں تصرف نہیں کرسکتی ہے‘تو عوام کوازخود تصرف کااختیار کیسا ہوگا؟

لہٰذا:

سرکاری زمین (مہاجر کیمپ) پر بنی ہوئی مسجد اجازت لیے بغیر شرعی مسجد نہ ہوگی اور اس پر تعمیر شدہ مدرسہ کی خرید وفروخت بھی حکومت کی اجازت کے بغیر درست نہیں ہے۔ مگر یہ کہ حکومت سے زمین خرید جائیں اور یا حکومت ہبہ کریں۔

## صورت مسئولہ کا جز سوم:

رمضان مبارک میں فجر کی نماز لوگوں کی کثرت کی خاطر پہلے پڑھنا' یا ظہر کی نماز اول وقت میں پڑھنے میں اگرچہ احناف کے اولیٰ قول پر عمل نہیں ہوتا ہے' تاہم احناف فقہا نے فجر کی نماز دیر (اسفار) سے اور یا ظہر کی نماز تاخیر سے (تبرید) پڑھنے کی علتوں میں سے ایک علت کثرت جماعت بیان فرمائی ہے۔ لہٰذا جہاں جماعت کی زیادہ لوگوں کی شرکت ہو' وہاں اول وقت میں نماز پڑھنا مستحب ہے۔

واضح رہے:

حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ یہی فرماتے ہیں: کہ شروع میں لوگ صوم صلوٰۃ کے پابند تھے' رات میں نفل وعبادت کی فضا تھی صبح کے اول وقت میں نماز پڑھنے سے لوگ جماعت سے پیچھے نہیں رہتے تھے' جوں جوں لوگوں پر زمانہ گزرتا گیا وہ غفلت اور سستی کے شکار ہونے لگے۔ اب بھی اگر وہ فضا برقرار رہے' حکم تبدیل ہوگا' کیونکہ نمازوں کے اوقات کے باب میں اول' درمیانہ اور آخر وقت کے متعلق مختلف احادیث موجود ہیں۔

''والذي يَظْهَر أَنَّ العملَ في عهدِ النبي صلى الله عليه وسلّم كان على التَّغْلِيس ولا يجب أن يكونَ بِقَدْرِ ما رامَهُ الشافعية رحمهم الله تعالى مع أَنَّ الزمانَ إذْ ذاك كان زمانَ الشدة في العمل، والنَّاس كانوا يَتَقَيَّدون بصلاةِ الليل، فلم تَكُنِ الجماعة تَخْتَل بالتغليس، ثُمَّ إذا نشأ الإسلامُ وكَثُرَ المسلمون وعَلِمَ أَنَّ فيهم ضعفًا عَمَلَ بالإسفار في زمن الصحابة رضي الله عنهم، لئلا يُفضي إلى تقليل الجماعةِ، وقد عَلِمْتَ فيما سَبَقَ أَنَّ بُطْأَ النَّاس وتعجيلهم ممَّا قد رَاعَاه النَّبي صلى الله عليه وسلّم أيضًا، فلو اجتمع النَّاس اليوم أيضًا في التَّغْلِيس لقُلنا به أيضًا كما في «مبسوط السَرَخْسي» في باب التيمم أَنَّه يُستحب التَغْلِيس في الفجر، والتعجيل في الظُّهْر إذا اجتمع النَّاس، ثُمَّ إنَّا لا ننازعك أنَّ الأمرَ كيف كان في عهدِ النَّبي صلى الله عليه وسلّمونرجو منك أن تعذرنا في العمل بالإسفار، فإنَّا قد أُمِرْنا به بصريحِ النَّص «أسفروا بالفجر» وليرَ كُلُّ امرىءٍ وظيفتَه ولا يبحث مما كان أو يكون، هذا هو الصراط المستقيم فاتبعوه. وبعد فقد نقل السخاوي عن الحافظِ ابن حجر كما في «شرح الإحياء» أنَّه أقرَّ بكونِ مذهبِ الحنفية أَقْوَى۔''

**(فیض الباری: ج 2، ص333)**

''قولہ: كنت اتسحر فى اهلى ثم يكون سرعۃ بى ان ادرک صلوٰۃ الفجرمع رسول الله ﷺولعل هذالتغليس كان فى رمضان خاصۃ ،وهكذاينبغى عندنا اذااجتمع الناس ،عليہ العمل فى دارالعلوم ديوبندمن عهدالاكابر۔''

**(مذکورہ بالاماخذ)**

لہذا:

احناف کے ہاں صبح کی نماز میں اسفار، یا گرمیوں میں ظہر کی نماز میں تاخیر کے بر عکس کثرت جماعت کی وجہ سے اول وقت میں احناف کے ہاں استحباب کا فتوی دینا درست ہے۔

واللہ اعلم بالصواب۔

السیدکلیم اللہ الحرمزئی۔